''ترجمۂ قرآن مجید' مع صرفی ونحوی تشریح''

پروفیسر خورشید عالم صاحب کے چند اشکالات

محترم عاکف سعید صاحب' مدیر منتظم حکمت قرآن

سلام مسنون!

حکمت قرآن کے اکتوبر کے شمارے میں ''ترجمۂ قرآن مجید از لطف الرحمٰن خان'' نظر سے گزرا۔ ادارے نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حافظ احمد یار مرحوم ومغفور کی کاوشوں کا تسلسل ہے۔ حافظ احمد یار میرے دوست تھے' عربی زبان کے مزاج شناس اور عربی ادب کا ذوق رکھنے والے تھے۔ جو کام انہوں نے شروع کیا تھا اس کے وہ پوری طرح اہل تھے۔ اس کام کو آگے بڑھانے کے لیے ایسا ہی ایک صاحب ذوق ہونا چاہیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں ہر اُس آدمی کو قرآن کی تفسیر کرنے سے روک دیا تھا جو عربی زبان کا مزاج دان نہ ہو۔

زیر نظر مضمون میں صاحب مضمون نے جس جس مادہ مثلاً هتوًا' وجاهةً' منعًا' سعيًا' خربًا' شرقًا' غربًا' ثمًّا' سعةً کا ذکر کیا ہے اسے تنوین کے ساتھ منصوب لکھا ہے۔ یہ عربی قاعدے کے خلاف ہے۔ کسی بھی لغت کو اٹھا کر دیکھ لیں وہاں مصدر یا اسم یا تو معرف بالالف واللام ہوگا اور آخر میں رفع ہوگی' اور اگر پہلے ''ال'' نہ ہوگا تو تنوین کے ساتھ رفع ہوگی' بغیر کسی عامل کے اسم کو منصوب لکھنا قطعی غلط ہے۔ یہ تو ایک عام اور موٹے سے قاعدے کی بات ہوئی جو عربی زبان کی شُد بُد رکھنے والا ہر طالب علم جانتا ہے۔

صاحب مضمون نے ﴿هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ﴾ کے ضمن میں ''هاتوا'' کا مادہ ''هتو'' بتایا ہے' جو درست نہیں۔ ان کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ اس کا مادہ ''هتی'' یعنی معتل بالیاء ہے نہ کہ معتل بالواو۔ ابن فارس نے مقاییس اللغۃ اور فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں یہی مادہ دیا ہے لہٰذا ''هتو'' کو اصل بنا کر جو انہوں نے ''هتاء'' کے معنی لکھے ہیں وہ بھی غلط ہیں اور تاویل باطل کے زمرہ میں آتے ہیں۔

اب آیئے لفظ ''هَاتِ۔ هَاتُوا'' کی طرف' اس کے معنی لغت میں پکڑنا' دینا اور لینا ہیں (المعجم الوسیط)۔ یہ فعل اصل میں کیا ہے' اس سلسلہ میں اہل لغت کے درمیان خاصا اختلاف ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ ھاء ہمزہ کے بدلہ میں استعمال ہوئی ہے' اصل میں یہ ''آتـی'' ہے' اسے متعدی بنانے کے لیے ''ھا'' میں بدلا گیا ہے' مگر یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی' کیونکہ متعدی نہ ہونے کی صورت میں تو ہمزہ واپس آنا چاہیے جو نہیں آتا۔ پھر ''هَاتِ'' اور ''اِئْتِ'' کے معنوں میں فرق

ہے۔ ''ھَاتِ'' کے معنی ہیں ''اَحْضِر'' (حاضر کرو) جبکہ ''اِئْتِ'' کے معنی ہیں ''اِحضر'' (آؤ' حاضر ہو جاؤ)۔ دوسری رائے یہ ہے کہ ''ھا'' حرف ہے اور ''تُو'' ائتوا کا مخفف ہے۔ زمخشری کی رائے یہ ہے کہ ھاتِ حرفِ صوت ہے جو ''ھا'' کا قائم مقام ہے۔ اس اعتبار سے یہ اسم فعل بنتا ہے۔ حالانکہ وہ فعل ہے' کیونکہ اس سے ضمائر متصل ہوتی ہیں۔ اس مادہ سے نہ ماضی استعمال ہوتی ہے اور نہ مضارع' صرف باب مفاعلہ سے فعل امر آتا ہے اور اس کی گردان ''عَاطِی'' کی گردان کی مانند ہے۔

ھاتِ۔ ھاتیا۔ ھاتوا اور ھاتین۔ سب مفسرین نے اس کے معنی اَحضر (لاؤ) لکھے ہیں۔ اس کا روند نے کے معنوں سے کوئی واسطہ ہی نہیں' کیونکہ اس کا مادہ ہی دوسرا ہے۔ ابوحیان اندلسی نے اپنی تفسیر ''البحر المحیط'' میں زیر نظر آیت کے تحت سیر حاصل بحث کی ہے۔

جہاں تک ''بُرھان'' کے مادہ کا تعلق ہے اس کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ ایک قول ہے کہ اس کا مادہ ''بـــرہ'' ہے جس کے معنی کاٹنے اور قطع کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں ''ن'' زائدہ ہے۔ اس مادہ کے باب افعال سے یہ معنی آتے ہیں' یعنی اَبْـــرَہَ (اُس نے دلیل دی) ابن الاعرابی کا یہی قول ہے' مگر جوہری ''صحاح'' میں کہتے ہیں کہ ''ن'' اصل ہے اور اس کا مادہ ''البـــرھــنۃ'' ہے جس کے معنی بیان کرنے کے ہیں۔ زمخشری نے ابن الاعرابی کا قول نقل کیا ہے کہ البرھان حجت کو کہتے ہیں اور یہ لفظ "البرھرۃ" سے ماخوذ ہے' جس کے معنی سفید لونڈی کے ہیں' جس طرح ''سلطان'' ''سلیط'' سے ماخوذ ہے۔ چمک اور روشنی کی وجہ سے حجت کو برھان کہا جاتا ہے' جسم کی تندرستی سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ ''البحر المحیط'' اور ''مصباح اللغات'' میں اس لفظ پر بحث کی گئی ہے۔

صاحب مضمون کو میرا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ وہ آیات کی تشریح کے سلسلہ میں لغوی بحث سے قطعی اجتناب کریں۔ قرآن مجید میں ایک ہی لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا حوالہ دیں اور اس کے لیے امام راغب کی المفردات سے مدد لیں جس کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے۔ قواعد اور تراکیب کے سلسلہ میں کشاف' بیضاوی اور البحر المحیط جیسی تفاسیر کو پیش نظر رکھیں۔ اردو تفاسیر میں مولانا تھانویؒ اور مولوی محمد علی لاہوری کی تفسیر کسی حد تک ان کی مدد کر سکتی ہے۔ صاحب مضمون کو اس کام میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے جو ان کے بس کا نہیں۔ میں یہ مشورہ انتہائی اخلاص سے دے رہا ہوں' کیونکہ امکان ہے کہ لغوی تشریح کرتے وقت وہ تحریف کے مرتکب نہ ہو جائیں۔

فقط والسلام

پروفیسر خورشید عالم
قرآن کالج